پردہ کا رواج نہ تھا۔ اس کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہجرت کے موقع پر انصار کی لڑکیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا تھا۔ حالانکہ اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ لڑکیاں جوان جوان تھیں اور آج کل کی ساڑیوں اور بلاؤز جیسے لباس پہن کر گھروں سے نکل پڑی تھیں تب بھی اس واقعہ سے اس مسئلہ میں کوئی استدلال نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ واقعہ عین ہجرت کے موقع کا ہے اور پردہ کے احکام ہجرت کے بہت بعد نازل ہوئے ہیں۔

دوسرا ثبوت یہ پیش کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتیں بے پردہ آکر بیعت کرتی تھیں لیکن احادیث میں کہیں بھی یہ تصریح نہیں کہ عورتیں بے پردہ آتی تھیں، البتہ بخاری، مسلم اور نسائی میں یہ حدیث موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے محض بذریعہ کلام دور ہی سے بیعت لیتے تھے اور بیعت کی غرض سے بھی ان کے ہاتھ کو مس کرنا پسند نہ فرماتے تھے۔ بلاشبہ احادیث میں یہ ارشاد نبوی ضرور آیا ہے کہ کم من کاسیۃٍ فی الدنیا عاریۃٌ یوم القیٰمۃِ (بہت سی ایسی عورتیں ہیں جو دنیا میں لباس پہنے ہوئے ہیں مگر قیامت کے روز برہنہ ہونگی) اور ایک دوسرا فرمان نبوی ہے کہ نساءٌ کاسیات عاریات مائلات ممیلات لا یدخلن الجنۃ و لا یجدن ریحھا (بہت سی عورتیں جو لباس پہنے پر بھی ننگی رہتی ہیں اور مردوں کی طرف مائل ہوتی اور ان کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں وہ جنت میں داخل نہوں گی اور اس کی ہوا تک ان کو نصیب نہوگی) لیکن ان احادیث سے یہ نتیجہ کیونکر نکالا جا سکتا ہے کہ عورتیں حضور کی مجلس میں ایسے لباس پہنکر آنے کی جرأت کیا کرتی تھیں جنکے اندر سے ان کے جسم جھلکتے ہوتے تھے اس قسم کا ایک ہی واقعہ شاذ حضور کی مجلس میں پیش آیا ہے جس پر حضور نے ایسی سخت تنبیہ فرمائی تھی کہ کسی کو پھر اس طرح آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس واقعہ کو ماضی استمراری کے صیغہ میں بیان کرنے کے تو یہ معنی ہیں کہ ایسا ہوتا رہتا تھا، حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اس سے زیادہ بے ثبوت بلکہ خلاف واقعہ یہ بات ہے کہ عہد نبوی میں عورت اور مرد ایک ہی صف میں نماز پڑھتے تھے۔ بخاری میں حضرت انس سے یہ روایت آئی ہے کہ ان کے مکان میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کھڑے ہوئے، مقتدی صرف تین تھے یعنی حضرت انس، ایک یتیم لڑکا اور حضرت انس کی والدہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بیٹے کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت نہ دی اور وہ پیچھے تنہا کھڑی ہوئیں۔ بخاری ہی میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے کے بعد کچھ دیر ٹھیر جاتے یہاں تک کہ پیچھے کی صفوں سے تمام عورتیں اٹھ کر چلی جاتیں۔ پھر آپ اور دوسرے مرد باہر نکلتے۔ مردوں اور عورتوں کا ایک صف میں خلط ملط ہو کر نماز پڑھنا تو درکنار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تو عورتوں کا مسجد میں آنا بھی پسند نہ تھا۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتمنعوا نساءکم من المساجد وبیوتھن خیر لھن۔ (اپنی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکو اگرچہ ان کا گھروں میں نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے) پھر ان کو مسجد میں آنے کی اجازت بھی عام نہ تھی بلکہ صرف رات کے لیے تھی۔ بخاری میں حضرت ابن عمر سے مروی ہے حضور نے فرمایا۔ اذا استاذنکم نساؤکم باللیل الی المسجد فاذنوا لھن (بخاری، باب خروج النساء الی المساجد باللیل والغلس) حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے صبح بہت سویرے اپنی چادروں میں ڈھکی چھپی جاتی تھیں اور واپسی کے وقت اتنا اندھیرا ہوتا تھا کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکتا تھا۔ اس پر مزید حکم یہ تھا کہ مسجد میں خوشبو لگا کر نہ جائیں۔ موطا میں امام مالک نے حضور کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اذا شھدت احداکن صلوٰۃ العشاء فلا تمسن طیبا (جب تم میں سے کوئی عورت عشا کی نماز میں شریک ہو تو خوشبو نہ لگائے) تعجب ہے کہ ان میں سے کوئی حدیث بھی پروفیسر سیادت علی صاحب کو نہ ملی اور نہ معلوم کہاں سے یہ غیر معروف اطلاع مل گئی کہ حضرت عمر کے عہد تک مسلمان عورتیں مسجدوں میں مردوں کے ساتھ ایک ہی صف میں پہلو بہ پہلو کھڑی ہو کر نماز پڑھا کرتی تھیں۔

آخری ثبوت جو عہد رسالت میں پردہ کا رواج نہ ہونے کے باب میں پروفیسر صاحب نے پیش فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ مراسم حج میں آج تک بھی یہ "ضروری" ہے کہ میدان عرفات میں عورتیں بے نقاب کھڑی رہیں۔ یہ مسئلہ ہم کو حدیث یا فقہ کی کسی کتاب میں نہیں ملا، اور نہ کسی حاجی نے اس کی تصدیق کی۔ حیدرآباد میں مطوفین بکثرت آتے رہتے ہیں اور مناسک حج کے جزئیات پر ان سے زیادہ کسی کو عبور نہیں ہوتا۔ پروفیسر سیادت علی صاحب کو اگر کتابوں سے مراجعت کرنے کا موقع نہ ملا تھا تو اس بات کو پبلک میں بیان کرنے سے پہلے کم از کم کسی مطوف ہی سے دریافت کر لینا چاہیے تھا۔

سود اور پردہ کے باب میں جس انداز تحقیق سے کام لیا گیا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا۔ اب طلاق کے مسئلہ کو بھی ملاحظہ کیجیے۔ پروفیسر سیادت علی صاحب نے تاریخ اسلام میں پہلی مرتبہ اس راز کا انکشاف فرمایا ہے کہ "حضرت عمرؓ نے طلاق السنۃ یعنی قرآن و حدیث کے مقرر کردہ طریق طلاق کو بدل کر طلاق بدعی کو رائج کر دیا" اور جو طلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بائن نہ تھی اس کو اپنے اختیار سے بائن قرار دیا۔ تقریر کے اس حصہ کو جب ہم پڑھ رہے تھے تو دفعتاً ہمارے دل میں یہ خیال آیا کہ اس کے بعد شائد یہ فقرہ آئے گا کہ جب حضرت عمرؓ نے ایسا کیا تو مدینہ میں ہنگامہ برپا ہوا اور حضرت عمرؓ قتل کر دیے گئے۔ کیونکہ وہ زمانہ ایسا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی آنکھیں دیکھے ہوئے لوگ ہزارہا کی تعداد میں موجود تھے، اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص یہ جرأت نہ کر سکتا تھا کہ قرآن و حدیث کے احکام میں تغیر و تبدل کرے، اور خدا اور رسولؐ کے احکام کی رو سے جو عورت اپنے شوہر سے جدا نہ ہوئی ہو اس کو اپنے حکم سے جدا کر دے!

لطف یہ ہے کہ اس کے بعد پروفیسر صاحب نے حضرت عمرؓ کے اس فعل کی جو توجیہ فرمائی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے طلاق بدعی کو رائج نہیں کیا بلکہ لوگوں میں یہ بدعت رواج پا رہی تھی، اس لیے آپ نے اس کو رد کرنے کے لیے سزا کے طور پر یہ فرمایا کہ جو شخص اپنی بیوی کو بیک وقت

بتن طلاق دے گا اس کی بیوی اس سے جدا کر دی جائے گی۔ اس مسئلہ کو جس طریقہ سے ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے طلاق بدعی کی فقہی حیثیت اور اس کے بارے میں فقہاء کے اختلافات اور مختلف مذاہب کے استدلالات کا مطالعہ کیا ہی نہیں۔

طلاق کے مسئلہ میں سب سے زیادہ عجیب بات جو ڈاکٹر صاحب نے فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ آیندہ سے طلاق دینے کا حق شوہر سے چھین کر قاضی یا پنچایت کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ یہ تجویز دو حال سے خالی نہیں ہو سکتی۔ یا تو ڈاکٹر صاحب نے قرآن مجید کی وہ آیات سرے سے پڑھی ہی نہیں جن میں طلاق دینے کا اختیار بلا شرکت غیرے صرف مرد کو دیا گیا ہے، یا اگر ان کو پڑھا ہے تو ڈاکٹر صاحب قاعدۂ "لاینکر وا تغیر الاحکام بتغیر الازمان" کی رو سے اس بات کے قائل ہیں کہ تغیر زمانہ کے ساتھ قرآن مجید میں بھی ترمیم کی جا سکتی ہے! ہمیں نہیں معلوم کہ وہ ان دونوں شقوں میں سے کون سی شق اختیار کرنا پسند فرماتے ہیں۔ (باقی)

فضل فونٹن پن

سینیر ۸۶، جونیر ۱۱

نیا اسٹاک آچکا ہے

خوبصورت اور پائدار قیمت واجبی علاوہ اس کے سامان اسٹیشنری و کاغذ وغیرہ

خط و کتابت سے طلب فرمائیے

فدا علی محمد علی

تاجر کاغذ تھر گٹی حیدر آباد دکن